Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

The Tradition of Esoteric (Ishārī) Tafsīr in the Subcontinent: A Specialized Study of Tafsīr Mawāhib al-Raḥmān

برصغیر میں تفسیرِ اشاری کی روایت: تفسیر مواہب الرحمن کا تخصیصی مطالعہ

Authors Details

1. **Sonia Waheed (Corresponding Author)**
   MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Faisalabad Campus, Pakistan. **usmanali407172@gmail.com**
2. **Dr. Muhammad Rizwan Mehmood**
   Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Faisalabad Campus, Pakistan.
3. **Eman Fatima**
   MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Faisalabad Campus, Pakistan.

Citation

Waheed, Sonia, Dr. Muhammad Rizwan Mehmood, and Eman Fatima." The Tradition of Esoteric (Ishārī) Tafsīr in the Subcontinent: A Specialized Study of Tafsīr Mawāhib al-Raḥmān."*Al-Marjān Research Journal* 3,no.1, Jan-Mar (2025): 415–429.

Submission Timeline

Received: Dec 25, 2024
Revised: Jan 11, 2025
Accepted: Jan 25, 2025
Published Online: Feb 08, 2025

Article QR

Publication, Copyright & Licensing

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.
All Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL | ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE | HJRS HEC Journal Recognition System

Al-Marjān Research Journal

The Tradition of Esoteric (Ishārī) Tafsīr in the Subcontinent: A Specialized Study of Tafsīr Mawāhib al-Raḥmān

برصغیر میں تفسیرِ اشاری کی روایت: تفسیر مواہب الرحمن کا تخصیصی مطالعہ

☆ سونیا وحید ☆ ڈاکٹر محمد رضوان محمود ☆ ایمان فاطمہ

Abstract

This study explores the tradition of Tafsir Ishari (allegorical/mystical interpretation) in the subcontinent, with a specific focus on Tafsir Mawahib al-Rahman by Sayyid Amir Ali. Rooted in the spiritual insights of the Sufi tradition, Tafsir Ishari interprets Qur'anic verses beyond their literal meanings, emphasizing inner spiritual experiences, divine inspiration, and ethical refinement. The research highlights how Amir Ali integrates both traditional exegesis and mystical interpretation while maintaining conformity with Islamic jurisprudential and linguistic standards. The paper categorizes Qur'anic content into three core themes—beliefs (Aqa'id), worship (Ibadat), and human interactions (Mu'amalat)—and analyzes their Ishari dimensions. Through selected verses such as Surah Al-Fatiha and Surah Al-Baqarah, Amir Ali presents a profound mystical outlook, focusing on divine unity, trust in God, and spiritual self-purification. He emphasizes the transformative power of religious practice not merely as ritual but as a journey toward divine proximity. Tafsir Mawahib al-Rahman stands out for its comprehensive approach, combining hadith, jurisprudence, Sufi thought, and inner wisdom. The study concludes that Ishari tafsir is not only a legitimate interpretive method but also a powerful tool for personal and communal spiritual development, offering a holistic understanding of the Qur'an that nurtures both intellect and soul.

Keywords: Tafsir Ishari, Sufism, Spiritual Interpretation, Tafsir, Mawahib al-Rahman, Qur'anic Hermeneutics

تعارفِ موضوع

قرآن مجید انسانوں کی رشد وہدایت کا سرچشمہ ہے اور نبی ہادی ﷺ نے اسی کے ذریعے نفوس بشریہ کا تزکیہ کیا، ان کے عقائدِ باطلہ کی درستی کی اور ان کے اعمال و اخلاق کو خیر و شر کی تمیز سے ہمکنار کیا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:"هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ۖ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى "[1] "یہ قرآن تو ایمان والوں کے لیے ہدایت و شفا ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں تو بوجھ ہے اور قرآن ان کے لیے اندھے پن کا باعث ہے۔"

☆ ایم فل اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس، پاکستان۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس، پاکستان۔

☆ ایم فل اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس، پاکستان۔

1 Ḥā Mīm Sajda, 41:44.

قرآن کریم عربی میں نازل ہوا اور اس کے اولین مخاطب حجاز کے عرب تھے جنہیں اپنی زبان دانی، فصاحت وبلاغت پر بڑا ناز تھا۔ وہ دوسروں کو عجمی یعنی گونگا کہا کرتے تھے۔ قرآن کو عربی میں ہونے کی وجہ سے محض لغت سے نہیں سمجھا جا سکتا تھا اس لیے اس کی تعلیمات کو واضح کرنے کے لیے اللہ نے ایک پیغمبر کو مبعوث فرمایا جس نے علمی اور عملی ہر دو اعتبار سے اس کے مطالب کو واضح کیا، اس اعتبار سے رسول اللہ ﷺ قرآن مجید کے پہلے معلم اور مفسر ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا منصب اس آیت میں بیان فرمایا: 'وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ'[2] "اور ہم نے آپ کی طرف یہ ذکر اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے وہ باتیں وضاحت سے بیان کر دیں جو ان کی طرف اتاری گئی ہیں۔"

اس آیت سے رسول اللہ ﷺ کے منصب کی وضاحت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کی حیثیت ایک پیغام رساں کی نہیں ہے جو ایک بند لفافہ مکتوب الیہ تک پہنچا دے بلکہ آپ ﷺ کا منصب یہ ہے کہ آپ ﷺ عمل و کردار اور قول و گفتار سے اس آئین زندگی کی وضاحت کرنے والے ہیں جو انہیں دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اپنے فہم و عقل کے ذریعے سے کلام الٰہی کی مراد کو نہیں پا سکتا۔

تفسیر کا مفہوم

تفسیر کا مادہ ف، س، ر ہے۔ یہ باب تفعیل سے مصدر ہے۔ جس کا معنی کسی مجمل بات کی وضاحت کرنا یا کسی مخفی چیز سے پردہ اٹھانا وغیرہ۔ تفسیر کے معنی ہیں مشکل الفاظ کی مراد سے پردہ اٹھانا۔ مجد الدین فیروز آبادی نے اس کی وضاحت کچھ یوں کی ہے: "فسر کا معنی ہے بیان کرنا، کسی پوشیدہ چیز کو ظاہر کرنا۔"[3]

اصطلاح میں تفسیر کے معنی ہیں (مقررہ حدود و قیود کا لحاظ رکھتے ہوئے) قرآن مجید کی تشریح و توضیح کرنا۔ علامہ زرکشی علیہ الرحمہ نے تفسیر کو فہم قرآن کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: "تفسیر وہ علم ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کی سمجھ حاصل ہوتی ہے جو اس کے نبی مکرم ﷺ پر نازل ہوئی ہے اور اس علم کے ذریعے کتاب اللہ کی مراد کی وضاحت اور اس کے احکام و حکمتیں معلوم کی جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں علم لغت، نحو، صرف، علوم البلاغہ، اصول فقہ اور قراءت سے مدد لی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اس کے لیے اسبابِ نزول اور ناسخ و منسوخ کی معرفت بھی ضروری ہے۔"[4]

مختصراً تفسیر ایک ایسا علم ہے جس کی مدد سے انسانی استطاعت کی حد تک رسول اکرم ﷺ پر نازل شدہ کلام الٰہی یعنی قرآن مجید کے معانی، مطالب، احکام، مسائل کو واضح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

تفسیر اشاری: مفسرین صحابہ کرام کی آراء

مفسرین صحابہ کرام نے ظاہری و باطنی دونوں علوم کے تفسیر کو جمع کیا تاکہ زندگی کے ہر معاملے میں قرآنی راہنمائی میسر آئے اور قلوب و اذہان کی پاکیزگی کا سبب بنے۔ تفسیر اشاری وہ الہامی اشارات ہیں جو صوفیاء کرام پر عبادت و ریاضت کے پردے میں کشف کے ذریعے القاء کیے جاتے ہیں۔ ان پر عمل کرنا لازمی نہیں لیکن روحانیت پانے کے لیے اس کا جاننا اور عمل کرنا ضروری ہے۔

2Al-Naḥl, 16:44.

3 Fīrūzābādī, Majd al-Dīn Muḥammad ibn Ya'qūb, *Al-Qāmūs al-Muḥīṭ* (Beirut: Mu'assasat al-Risāla li al-Ṭibā'a wa al-Nashr wa al-Tawzī', 1428 AH/2007), 587.

4Al-Zarkashī, Abū 'Abd Allāh Badr al-Dīn, *Al-Burhān fī 'Ulūm al-Qur'ān* (Cairo: Iḥyā' al-Kutub al-'Arabiyya, 1376 AH/1957), 1: 13.

لفظ اشاری کا مجرد مادہ "ش، و، ر" ہے۔ اس کا لغوی معنی یہ ہے کہ کسی چیز کی جانب متوجہ کرنا۔ "المعجم الوسیط" میں ابراہیم انیس رقم طراز ہیں: "الاشارۃ یعنی ہاتھ سے کسی دوسری چیز کو متعین کرنا، اسی طرح کسی چیز، واقعے کا یوں تذکرہ کرنا کہ اس سے واضح طور پر مراد سمجھی جاسکے۔"[5]
اصطلاحی معنی کے متعلق امام عبدالعظیم الزرقانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "تفسیر اشاری یہ ہے کہ قرآن مجید کے ظاہر کے برخلاف ان خفیہ اشارات کی روشنی میں قرآن کی شرح کی جائے جو اہلِ سلوک و تصوف کے قلب و ذہن پر وارد ہوتے ہیں۔ اس اشاری تفسیر اور قرآن حکیم کی ظاہری مراد میں جمع و تطبیق بھی ممکن ہوتی ہے۔"[6]

تفسیر اشاری کی اقسام

محمود: اسلامی علوم میں "تفسیر محمود" اس تفسیر کو کہتے ہیں جو شرعی اصولوں، صحیح علم، اور دیانتداری کے ساتھ کی جائے، اور جس میں گمراہی یا تحریف کا خطرہ نہ ہو۔ علماء نے تفسیر محمود کو دو بڑی اقسام میں تقسیم کیا ہے:

1۔ تفسیر بالماثور

2۔ تفسیر بالرائے

تفسیر بالماثور (تفسیر بالنقل): یہ تفسیر قرآن کی ایسی تشریح ہے جو معتبر اور مستند ذرائع سے نقل کی گئی ہو۔ تفسیر قرآن بالقرآن، امام آلوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "اللہ کے کلام کا ایک حصہ دوسرے حصے کی تفسیر کرتا ہے۔"[7] تفسیر القرآن بالسنۃ الثابتۃ عن النبی ﷺ یعنی قرآن کریم کی وہ تفسیر جو نبی ﷺ کی سنت طیبہ سے ثابت ہو۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ تفسیر القرآن بالآثار الثابتۃ عن الصحابہ رضی اللہ عنہم یعنی وہ تفسیر جو اقوال و افعالِ صحابہ کرام کے ذریعے حاصل ہو۔ تفسیر القرآن بآثار التابعین قرآن کریم کی تفسیر تابعین عظام علیہم الرحمۃ کے اقوال سے کی جائے۔ تفسیر بالماثور کا مقصد قرآن کی آیات کو اس کی اصل مراد اور مقصد کے مطابق سمجھنا ہے تاکہ قرآن کے پیغامات کو درست طور پر سمجھا اور اس پر عمل کیا جاسکے۔

تفسیر بالرائے (اجتہادی تفسیر): یہ وہ تفسیر ہے جو مجتہد علماء نے عقل، لغت، فقہ، اصولِ دین اور دیگر اسلامی علوم کی روشنی میں کی ہو، لیکن وہ قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو۔ اس کے لیے درج ذیل شرائط ہوتی ہیں؛ مفسر کو عربی زبان، صرف و نحو، بلاغت پر عبور ہو۔ اصولِ تفسیر، اصولِ فقہ اور اصولِ حدیث جانتا ہو۔ عقائدِ صحیحہ رکھتا ہو۔ نقل کی گئی باتوں کو سمجھے اور ان کے مطابق رائے قائم کرے۔

اگر یہ شرائط پوری ہوں تو ایسی تفسیر بھی "محمود" (پسندیدہ) کہلاتی ہے۔ اگر تفسیر بالرائے ان شرائط کے بغیر ہو، یا خواہشاتِ نفس پر مبنی ہو، تو وہ "تفسیر مذموم" (ناپسندیدہ و حرام) میں آتی ہے۔

مذموم: ایسی تفسیر جس میں مفسر، تفسیر کے لئے نہ قرآن سے رجوع کرے، نہ حدیث سے اور نہ اقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعینا ور تابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے۔ تفسیر بالرائے المذموم (بغیر علم و تحقیق کے رائے دینا)، قرآن کی آیات کی ایسی تشریح جو علم، اصولِ تفسیر، لغت اور سیاق و سباق کے بغیر کی جائے۔

---

5 Anīs, Ibrāhīm, *Al-Mu'jam al-Wasīṭ* (Cairo: Majma' al-Lugha al-'Arabiyya, 2003), 499.
6 Al-Zarqānī, Imām 'Abd al-'Aẓīm, *Manāhil al-'Irfān* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyya, n.d.), 2: 66.
7 Al-Ālūsī, Muḥammad ibn 'Abd Allāh al-Ḥusaynī, *Rūḥ al-Ma'ānī fī Tafsīr al-Qur'ān* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyya, 1415 AH/1994), 87.

تفسیر بالهوی (خواہشاتِ نفس پر مبنی تفسیر): قرآن کی آیات کو اپنی ذاتی خواہش، مفاد، یا فرقہ وارانہ تعصب کی روشنی میں موڑ دینا۔ بعض گمراہ فرقے آیات کی من پسند تعبیر کرکے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

تفسیر باطنیہ (باطن پرستی اور غلو کی تفسیر): ایسی تفسیر جو قرآن کے ظاہر کو ترک کرکے صرف باطنی یا مخفی معنی تلاش کرے، جو نہ شریعت سے ثابت ہوں نہ عقل سے۔ یہ اکثر صوفی غالی گروہوں یا باطنی فرقوں میں پائی جاتی ہے۔

تفسیر لغوی غلطیوں پر مبنی: عربی زبان کے اصولوں سے لاعلم ہو کر الفاظ کے غلط معانی نکالنا۔ جیسے کسی ایک لفظ کے غیر معروف معنی کو لے کر پوری آیت کا مفہوم بدل دینا۔

منسوخ آیات کی تفسیر کو نظر انداز کرنا: ناسخ و منسوخ کے علم کے بغیر ایسی آیات کو دلیل بنانا جو منسوخ ہو چکی ہوں، اور ان پر شرعی حکم لگانا۔

تفسیر متشابہات سے گمراہی نکالنا: قرآن کی متشابہ (غیر قطعی مفہوم والی) آیات سے ایسے عقائد یا نظریات نکالنا جو قرآن و سنت کے عمومی مزاج سے ہٹ کر ہوں۔

تفسیر اشاری چونکہ روایات، ارشادات کا مجموعہ ہے۔ اس لیے اس کی حقیقت مسلم ہے جب کہ تفسیر اشاری، تفسیر بالرائے کی ایک صورت ہے۔ اس کے بارے میں علماء کرام کی آراء مختلف ہیں۔ ایک فریق اس کو گمراہی سمجھتے ہیں جب کہ دوسرے فریق کے نزدیک اگر ایسی تفسیر درست مقصد سے مطلوبہ شرائط کے مطابق ہو تو یہ کمال عرفان کی علامت ہے۔

اصول و شرائط

باطنی تفسیر کرتے کرتے انسان کہیں ظاہری اور واجبی احکامات سے ہی نہ نکل جائے۔ اسی لیے اصول و شرائط کے ذریعے مفسر کو ایک شرع سے ثابت شدہ ایک دائرہ کار میں محدود کیا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ شاطبی علیہ الرحمہ کی کتاب "الموافقات" میں تفسیر اشاری کی بیان کردہ شرائط و اصول درج ذیل ہیں:

* وہ تفسیر عربی زبان کے قواعد کے خلاف نہ ہو۔
* تفسیر اشاری کے طور پر کی گئی تفسیر قرآن مجید کی کسی آیتِ کریمہ، حدیث مبارکہ یا ان سے اخذ شدہ کسی اصول کے خلاف ہو۔
* وہ تفسیر عقل اور شرع کے خلاف نہ ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی تفسیر نہ کی جائے جو عقل انسانی کے ہی خلاف ہو یا تفسیر شریعت کے اصولوں کے خلاف ہو۔
* اس میں یہ اصرار نہ کیا جائے کہ کلام الٰہی سے یہی حتمی مراد ہے۔ خصوصاً تب جب کہ یہ تفسیر ظاہری کے معارض ہو بلکہ پہلے تو تفسیر ظاہری کو دیکھا جائے گا، اس کے بعد تفسیر اشاری، اگر وہ تفسیر ظاہری متضاد نہیں ہو گی تو قبول کی جائے گی۔

تفسیر مواہب الرحمٰن کا تعارف

سید امیر احمد علیہ الرحمہ نے تفسیر قرآن "مواہب الرحمٰن" کے نام سے ایک تفسیر تحریر کی جس کو جامع البیان کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ تفسیر تقریباً نو ہزار صفحات پر مشتمل اردو کی ضخیم تفسیر ہے۔ یہ تفسیر پہلی بار تیس جلدوں میں 1896ء سے 1902ء تک مطبع نول کشور لکھنؤ میں طبع ہوئی۔ یہ تفسیر عقائد میں اہلِ سنت کی بھرپور نمائندگی کرتی ہے اور فقہی احکام و مسائل میں سبھی مسالک کا ایک حد تک احاطہ کرتی ہے۔ تفسیر کا مقام و مرتبہ بجا، اس کا مقدمہ بھی خاص حیثیت کا حامل ہے۔ سید امیر علی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر میں تحقیق و محنت سے کام کیا ہے اور اس کی تکمیل کی کامیاب کوشش کی ہے جو ان کے دور کے بعد بھی دینی خدمات کا اہم حصہ نظر آتی ہے اور اردو تفاسیر میں یہ ایسا اضافہ ہے جو

دیگر مفسرین کے حوالوں سے مکمل اور جامع البیان ہونے کا ثبوت پیش کرتی ہے۔ مکتبہ رشیدیہ لاہور کے ڈائریکٹر نے اپنی اشاعت کی پہلی جلد کے صفحہ اول پر اس تفسیر کا تعارف کراتے ہوئے جو عبارت لکھی ہے۔ اس سے اختصار کے ساتھ اس تفسیر کی ساری خصوصیات سامنے آجاتی ہیں۔ اس کی خصوصیات اور محاسن و کمالات بیان کرنے کے لیے بیسیوں صفحات بھی ناکافی ہیں۔ المختصر:

1۔ بیک وقت یہ ہزار ہا احادیث و آثار کا ترجمہ اور بہترین شرح حدیث۔

2۔ ائمہ اربعہ کے فقہی مسائل کے استنباط و استخراج اور ان طریق استدلال کا انمول خزانہ۔

3۔ گنجینہ علم کلام

4۔ معدنِ سلوک و معرفت

5۔ ہزاروں ہزار مواعظ کا مجموعہ

6۔ نیچریت، اعتزال، خارجیت کا مکمل مدلل اور احسن رد

7۔ عقائد و اعمال صحیحہ کا پیمانہ

8۔ صحابہ کرام، تابعین، ائمہ محدثین و مجتہدین کے مسلک و مشرب کا بطریق ترمذی شریف آئینہ اور تشنگانِ علم و معرفت و متلاشیانِ راہِ حق کے لیے فیض کا ایسا سرچشمہ ہے، جس سے ہر کوئی اپنے اپنے ذوق و نظر اور ظرف کے مطابق سیراب ہو سکتا ہے۔ اس تفسیر کی زبان اور اسلوب قدیم ہے۔ ساری باتیں ایک ساتھ لکھی گئی ہیں۔ نہ کوئی پیراگراف ہے نہ مضامین کا کوئی عنوان، اس لیے اہل علم ہی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

مندرجہ بالا خصوصیات تفسیر کی روشنی میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تفسیر "مواہب الرحمٰن" امیر علی کی کاوش اور محنت کا عمدہ ذخیرہ ہے جس پر بہت اختصار اور جامعیت کے دائرے میں یہاں ذکر کیا ہے۔

منہج و اسلوب

سید امیر علی نے اس تفسیر کے آغاز سے قبل اس کا مقدمہ تحریر کیا جو کہ 104 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں تفسیر کا طریقہ یہ ہے کہ سید امیر علی ہر سورت کی ابتدا بالتفصیل سورت کے فضائل و خصائص، حدیث اور اہل اللہ کے اقوال و تجربات کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔ پھر چند آیات مع ترجمہ لکھ کر اوپر مذکور خصوصیات کو سامنے رکھتے ہوئے مفصل تفسیر کرتے ہیں، دوران تفسیر تنبیہ، فائدہ، نکتہ اور مسئلہ کا عنوان لگا کر اچھی طرح وضاحت کرتے ہیں۔ آپ چونکہ بڑے درجے کے محدث بھی تھے اس لیے بعض جگہوں پر موضوع روایات کی نشان دہی بھی کی ہے۔ اس کے مقدمہ میں انھوں نے قدیم مفسرین کے طبقات بیان کیے ہیں اور ان میں شیخ ابن جریر الطبری علیہ الرحمہ کی تفسیر کی تعریف کی۔ شیخ ابن جریر الطبری علیہ الرحمہ کے بارے سید امیر علی کی تحریر میں ان الفاظ میں مندرجہ ذیل ہے: "اگر سوال کیا جائے کہ پھر ہم کون سی تفسیر معتمد سمجھیں تو میں جواب دوں گا کہ تفسیر ابن ابو جعفر ابن جریر الطبری علیہ الرحمہ المدنی، کیوں کہ علمائے معتبرین جن میں امام نووی علیہ الرحمہ بھی ہیں سب نے اتفاق کیا ہے کہ اس کے مثل کوئی تفسیر تالیف نہیں ہوئی۔"[8] اس حوالہ کے بعد سید امیر علی آگے اپنی رائے شیخ جریر ابن الطبری کی تفسیر کے بارے میں جو پیش کرتے ہیں اس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ ہماری دیگر تفاسیر میں ہمارے یہاں یہ تفسیر نایاب اور نادر ہے ساتھ ہی تفسیر ابن کثیر کی

8 Amīr ʻAlī, Sayyid, *Tafsīr Mawāhib al-Raḥmān* (Lucknow: Maṭbaʻ Munshī Nawal Kishore, 1946), 25.

بھی تعریف میں لکھتے ہیں: "میں نے تفسیر ابن کثیر کو دیکھا ہے کہ اس باب میں نفیس ہے اور اکثر مع الاسناد میں اور جن اسانید کو حذف کیا ہے۔ ان کا حوالہ خود حافظ الحدیث مضمدین سے ہی ہے۔ چنانچہ کشف الظنون میں اس تفسیر کی تعریف مذکور ہے۔"[9]

سید امیر علی نے اپنی تفسیر لکھنے سے قبل عربی کی اہم تفاسیر، کتب، احادیث، صحاح سنن و سراج المنیر، وغیرہ سے استفادہ کیا اور جن قصوں اور حکایات کے سلسلہ میں علمائے تحقیق کے ساتھ شبہ کیا ہے۔ ان کو چھوڑ دیا ہے کیوں کہ جن پر پورا اعتماد اور بھروسہ قرآن و سنت کی روشنی میں حاصل نہ ہو۔ ان کو ترک کرنا ہی بہتر سمجھا۔

مواہب الرحمن میں عقائد کا اشاری بیان

اسلام الہامی دین ہے، جس کے خدوخال اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں اور حضور نبی اکرم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں تفصیل سے واضح فرمادیتے ہیں۔ اسلام کی بنیاد چند بنیادی عقائد (ایمان باللہ، ایمان بالرسل، آسمانی کتب، ملائکہ، آخرت اور تقدیر پر ایمان لانے) پر ہے۔

عقیدہ عقد سے ماخوذ ہے جس کے معنی باندھنے اور مضبوط گرہ لگانے کے ہیں، اسی سے پختگی اور پیوستگی، جماؤ اور ہم آہنگی بھی ہے۔ العقد (باندھنا) الحل (کھولنا) کی ضد ہے۔[10] اصطلاح میں عقیدہ اس پختہ یقین کو کہتے ہیں جو انسان اپنے دل و دماغ میں کسی بات یا حقیقت کے متعلق باندھ لے، اور جس میں کوئی شک و شبہ نہ ہو۔ غلام مرتضیٰ علوی لکھتے ہیں: "وہ قلبی تصدیق جو کسی تصور میں یقین کی کیفیت پیدا کرے عقیدہ کہلاتی ہے۔ لفظ عقیدہ "عقد سے ہے جس کے معنی گرہ اور گانٹھ کے ہیں یعنی عقیدہ نہ بدلتا ہے اور نہ ہی کھلتا ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ "ہمارا دین ہے۔"[11]

سید امیر علی کی "تفسیر مواہب الرحمن" میں عقائد سے متعلق آیات کی تفسیر میں انہوں نے عقل اور وحی دونوں کو یکجا کیا ہے ان کی تفسیر کو روایتی تفسیری اسلوب سے الگ ایک جدید اور استدلالی تفسیر کہا جا سکتا ہے۔ وہ آیات کی تشریح کرتے ہوئے ان کے منطقی اور عقلی پہلوؤں کو نمایاں کرتے ہیں تاکہ جدید ذہن کو قائل کیا جا سکے۔۔ عقائد سے متعلق آیات میں انہوں نے ان اصولوں کو نمایاں کیا جو انسان کی اخلاقی، روحانی، اور سماجی زندگی کو بہتر بنانے میں مددگار ہوں۔ تفسیر میں انہوں نے عقائد سے متعلق آیات کی اشاری تفسیر کی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ"[12]

"سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا۔ جزا کے دن کا مالک۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔"

سید امیر علی نے سورۃ الفاتحہ کی ان ابتدائی آیات کو عقائد اور روحانی تعلیمات کے تناظر میں گہرے اشاری انداز میں بیان کیا ہے۔ ان آیات کو انسانی عقائد کی بنیاد اور بندے کے اللہ کے ساتھ تعلق کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

9Amīr ʻAlī, Sayyid, *Tafsīr Mawāhib al-Raḥmān*, 25.

10 ʻAlavī, Ghulām Murtaḍā, *Islām kay Bunyādī ʻAqāʼid* (Lahore: Taḥrīk Minhāj al-Qurʼān, 2017), 10.

11 Al-Burhāri, Muḥammad Ḥasan ibn ʻAlī ibn Khalaf, *Sharḥ al-Sunna* (Beirut: Jāmiʻ al-Kutub al-Islāmiyya, 2000), 1: 26.

12 Al-Fātiḥa, 1:1–5.

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' سید امیر علی کے مطابق، یہ الفاظ توحید کی حقیقی بنیاد کو بیان کرتے ہیں۔ یہاں 'الحمد" میں شکر گزاری، تعریف اور اللہ کی تمام صفات کا اعتراف موجود ہے۔ "رب العالمین" کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کائنات کا پرورش کرنے والا اور سب کے لیے برابر کا رب ہے۔ اشاری طور پر یہ الفاظ بندے کو اللہ کے نظام پر اعتماد کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور اس کی ربوبیت کے کمال کو ظاہر کرتے ہیں۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "الرحمٰن" اور "الرحیم" اللہ کی دو صفات ہیں جو اس کی بے پایاں رحمت اور مہربانی کو ظاہر کرتی ہیں۔ اشاری طور پر سید امیر علی نے ان صفات کو بندے کے دل میں امید اور محبت پیدا کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ "الرحمٰن" عمومی رحمت کی طرف اشارہ کرتا ہے، جو سب کے لیے ہے، اور "الرحیم' خاص رحمت کی جانب، جو اللہ کے خاص بندوں کے لیے ہے۔

"مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" یہ آیت عقیدہ آخرت پر روشنی ڈالتی ہے۔ "مالک یوم الدین" اللہ کی عدالت، انصاف اور جزا و سزا کے نظام کو بیان کرتی ہے۔ اشاری طور پر اس میں بندے کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلایا گیا ہے کہ ہر عمل کا حساب دینا ہوگا، اور یہ احساس بندے کو اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف مائل کرتا ہے۔ "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" اس آیت میں توحید عملی کا اظہار ہے۔ بندہ یہ اقرار کرتا ہے کہ عبادت صرف اللہ کے لیے ہے اور مدد بھی اسی سے مانگی جاتی ہے۔ اشاری طور پر "ایاک نعبد" روح کی پاکیزگی، خلوص نیت، اور اللہ سے محبت کی علامت ہے، جبکہ "ایاک نستعین" اللہ پر مکمل اعتماد اور اس کے سہارے کی درخواست ہے۔ " اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" یہ دعا ہدایت کی طلب کے لیے ہے۔ اشاری طور پر سید امیر علی نے اسے بندے کی روحانی ترقی کی منزلوں کی نشاندہی قرار دیا ہے۔ یہ دعا بندے کے دل میں روحانی راستے کی جستجو اور اللہ سے مسلسل رہنمائی کی طلب پیدا کرتی ہے۔

"ایاک نعبد وایاک نستعین" اس آیت کے متعلق سید امیر علی نے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ جیسے قران کا بھید ہے ویسے ہی یہ آیت سورۃ فاتحہ کا بھید ہے اس میں اشاری بیان یہ ہے کہ بندہ جو اللہ کی ہی عبادت کرے یہ توفیق بھی اسے اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے اس لیے بندے کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے اس کی حمد و ثنا کرے اور اسی سے قوت اور توفیق مانگے کہ وہ اس کی عبادت کر سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔ "ایاک نعبدو" سے بندہ بدنیتی اور شرک سے بیزار ہو گویا ہم خالص تیری ہی عبادت کرتے ہیں پھر چونکہ اس میں بھی اتنی قوت کا دعویٰ تھا گویا یہ قوت حاصل ہے کہ ہم خالص عبادت کریں اور یہ بھی شرک میں داخل ہو لہٰذا ایاک نستعین سے یہ بھی دعویٰ چھوڑ دیا یعنی اپنی جانب نسبت کرنے سے بھی بیزار ہو کر تیری ہی جانب تفویض کرتے ہیں کہ خالص عبادت ہم سے سرزد ہو وہ تیری ہی عین عنایت ہے اور تیری ہی توفیق قوت سے ہو گی۔[13]

اس آیت کی تفسیر میں سید امیر علی نے یہ باطنی اور صوفیانہ پہلو نکالا ہے کہ اگر بندہ صرف یہ کہہ دے کہ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور یہ سمجھے کہ وہ اپنی قوت سے یہ کرے گا تو یہ بھی شرک ہو گا بلکہ انسان اللہ کی عبادت بھی اسی کی قدرت سے کرتا ہے اور اسی کی عنایت اور توفیق سے۔ سید امیر علی نے اس آیت کی تفسیر میں ایک اور لفظ استعمال کیا ہے جو تفسیر اشاری کے زمرے میں آتا ہے وہ ہے "ظاہر و باطن" انسان یہ مان لے کے اس کے ظاہر مطلب ظاہری اعمال اور باطن مطلب جو اس کے دل میں ہے سب اللہ کی مرضی کے مطابق ہو اور اللہ ہی اسے اس بات کی توفیق دیتا ہے کہ وہ اپنے ظاہر اور باطن کا ذرہ ذرہ اللہ کے حکم کے تابع کر دے اسی لیے یہ آیت "تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھے سے مدد چاہتے ہیں" جس کا ظاہری معنی تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور ہر کام میں اس سے مدد چاہتے ہیں اس کا باطنی اور صوفیانہ

---

13 Amīr ʻAlī, Sayyid, *Tafsīr Mawāhib al-Raḥmān*, 1: 21.

معنی سید امیر علی نے اس اشارے سے بیان کیا ہے کہ مدد چاہنے سے مراد یہ ہے کہ ہم یہ مانیں کہ ہم اللہ کی عبادت بھی اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اس کی توفیق سے کر رہے ہیں آپ فرماتے ہیں" گویا بھید یہ ہے کہ جب بندہ حضور الٰہی عزوجل میں حاضر ہو اور اس نے حمد و ثنا کی اور جانا کے وہ مالک روز وجزا ہے جس پر کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں ہو تو اپنی اس حالت کو جان گیا کہ میں اس کے حضور میں اس طرح حاضر ہوں کہ میرے ظاہر و باطن ذرہ ذرہ پر اس کا علم محیط ہے۔

"ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ"[14]

"یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے، یہ ہدایت ہے متقین کے لیے۔"

سید امیر علی نے اس آیت کو تشریحی بیان کیا ہے۔ قرآن کو "ذٰلِکَ" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے جو بعید کے لیے استعمال ہوتا ہے، حالانکہ قرآن قریب موجود ہے۔ اس کا مقصد اس کی عظمت کو ظاہر کرنا ہے۔ اس عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ "ذٰلِکَ" سے مراد قرآن مجید ہے، جو اللہ کی طرف سے نازل شدہ آخری کتاب ہے۔ لفظ "ذٰلِکَ" (وہ) اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ قرآن مجید اپنے معانی اور حکمتوں میں اتنی عظمت رکھتا ہے کہ یہ نہ صرف انسانوں کے لیے، بلکہ جملہ مخلوقات کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ "لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ" اس کی آیات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ قرآن میں موجود ہر بات، ہر حکم، ہر عقیدہ اور ہر قانون برحق ہے۔ یعنی اس کتاب میں کوئی شک نہیں، یہ ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک ہے۔ یہ جملہ ایک چیلنج کے طور پر پیش کیا گیا ہے، کہ اگر کوئی شخص شک میں مبتلا ہو تو وہ قرآن کی کسی آیت کی مثل پیش کرے۔ عقل اور فطرت سے رب کا کلام پہچان کر کوئی شک نہیں کرنا چاہیے اور سچے دل سے اس پر ایمان لانا چاہیے یہ تو اس آیت کا ظاہری معنی ہے لیکن اس کا صوفیانہ پہلو سید امیر علی ایسے بیان کرتے ہیں "وان کنتم في ریب مما نزلنا علی عبدنا الا" فرماتے ہیں حق تو یہ ہو تم کو شک نہ کرنا چاہیے بس اس کے ارشاد و ہدایت سے منور ہو جاؤ اور اگر دنیاوی کدورتوں اور شیطانی غلبوں سے تم کو اس میں شک ہو تو تم اس کے مثل ایک صورت بنالاؤ اور اس کے بنانے پر اپنے معبودوں وغیرہ کے ساتھ سب کے ساتھ مجتمع ہو جاؤ حالانکہ کسی طرح نہیں لاسکوگے۔[15]

قران پاک کی ظاہری نہیں بلکہ باطنی معنی سے ہدایت حاصل کرو اور اس پر شک نہ کرو۔ یہ دعویٰ قرآن کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے ہے اور اس کا مقصد لوگوں کو قرآن کی عظمت و صداقت پر قائل کرنا ہے۔ یہ چیلنج قرآن مجید کی سورہ البقرہ کی آیت 23 اور 24 میں بھی موجود ہے:

"وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ"[16]

"اور اگر تمہیں اس کتاب میں شک ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو تم اس کی مثل ایک سورۃ لے آؤ اور اپنے مددگاروں کو بلا لو اللہ کے سوا، اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم یہ نہ کر سکو اور تم ہرگز نہ کر سکو گے تو پھر اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔"

"ذٰلِكَ الْكِتَابُ" یعنی یہ کتاب عظیم ہی در حقیقت کتاب کہلانے کی مستحق ہے جو بہت بڑے علم اور واضح حق جیسے امور پر مشتمل ہے جو پہلے انبیاء کی کتابوں میں نہیں ہیں۔ لَا رَيْبَ فِيهِ یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ کسی بھی پہلو سے اس میں کوئی شک نہیں۔ اس کتاب عظیم کے بارے میں شک و شبہ کی نفی اس کی ضد ہے، جبکہ شک و شبہ کی ضد یقین ہے۔ پس یہ کتاب ایسے علم یقینی پر مشتمل ہے جو شکوک و شبہات کو زائل کرنے والا ہے یہ

---

14 Al-Baqara, 2:2.
15 Amīr ʻAlī, Sayyid, *Tafsīr Mawāhib al-Raḥmān*, 1: 47.
16 Al-Baqara, 2:23–24.

ایک نہایت مفید قاعدہ ہے کہ نفی سے مقصود مدح ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ اس کی ضد کو متضمن ہو اور وہ ہے کمال۔ کیونکہ نفی عدم محض ہوتی ہے اور عدم محض میں کوئی مدح نہیں ہے۔ جب یہ کتاب عظیم یقین پر مشتمل ہے اور ہدایت صرف یقین ہی کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے تو فرمایا: ’’ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ‘‘متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔[17]

مواہب الرحمن میں معاملات کا اشاری بیان

اسلام نے دیگر شعبہ ہائے زندگی کے ساتھ معاملات میں بھی انسانوں کی رہنمائی کی ہے تاکہ لین دین کرتے وقت انسان احکام شرح اور وحی الہی کی روشنی میں اپنے معاملات کو پاک صاف رکھ سکیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ دھوکہ دہی، جھوٹ اور فریب وغیرہ جیسی چیزوں سے پرہیز کر سکیں۔ دین کا ماخذ حسنِ اخلاق اور حسنِ معاملات ہیں۔ تفسیر مواہب الرحمٰن میں اللہ کے بندوں کے ساتھ اور بندوں کے اللہ کے ساتھ معاملات سے متعلق بہت سی آیات ہیں جس میں سید امیر علی نے تفسیر اشاری کو مدنظر رکھتے ہوئے تفسیر بیان کی ہے۔

’’أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ‘‘[18]

’’یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی سو ان کی تجارت نے نفع نہ دیا اور ہدایت پانے والے نہ ہوئے۔‘‘

سید امیر اس آیت کی اشاری تفسیر کرتے ہوئے چند اہم نکات عوام الناس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ آپ نے کفار کی حالتِ زار بیان کی ہے کہ ان کو تجارت کا ڈھنگ ہی نہیں آیا اور انھوں نے دنیاوی نفع والی چیزوں کی تجارت کی آپ کے نزدیک تجارت صرف اللہ کی رضا کے لیے کرنی چاہیے اور دھوکے اور مکر و فریب سے دور رہے تاکہ تجارت سے اس کا مال بھی پاک ہو اور پاک مال سے اس کا نفس بھی پاک ہو۔ یعنی ہدایت دے کر گمراہی مبادلہ کر لینے کی تجارت میں ان لوگوں کو کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ اس سے کچھ دیر دنیا میں ان کو سور اور شراب وغیرہ کھانے کا فائدہ مل گیا اور آخرت میں سخت خسارہ ہوا کہ جہنم سے کبھی نجات نہ ہو گی اور یہ لوگ اس قابل بھی نہ تھے کہ تجارت میں ہدایت پاویں کیونکہ یہ ابلیس کی تقلید کرتے تھے۔[19]

اس آیت میں ان گنت جگہوں پر تفسیر اشاری بیان کرتے ہوئے معاملات کو بیان کیا گیا ہے کہ جیسے کافر و مسلم میں کفار، گمراہی کو خرید کر ایمان کو ترک کر دیتے ہیں اور ان کو آخرت میں کچھ نفع نہ ہو گا کیونکہ انھوں نے گھاٹے کا سودا کیا ہے۔ ایسے ہی اگر دو فریق تجارت کریں گے ان میں سے ایک حق بجانب ہے مگر دوسرا خراب مال فروخت کرتا ہے یا دھوکہ دے کر ناپ تول میں کمی کرتا ہے۔ اس کے لیے بھی نقصان ہے اور وہ ہدایت پر نہیں ہیں۔ اس طرح اُس کا نفس شیطان کے تابع ہو جاتا ہے اور اللہ کی عبادت بجالانے میں سستی کرتا ہے اور آخرت میں بھی وہ اس بات کا جواب دہ ہو گا۔

سید امیر علی بیان کرتے ہیں کہ انسان اپنا جان و مال اللہ کی رجا میں اللہ کے لیے فروخت کر کے زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرے اور یہ سوداگری گھاٹے کا نہیں ہے۔ مگر جو لوگ اپنے رب کے احکامات پر نہیں چلیں گے اُن کو کسی قسم کی سوداگری نفع نہ دے گا اور وہ ناکام اور نامراد رہیں گے۔ دنیا مقام تجارت ہے تاکہ یہاں اپنا جان و مال رضائے الٰہی میں فروخت کر کے دارِ آخرت حاصل کرے اور یہ بطریق مجاز ہی ہے اسی واسطے

17 Amīr ʻAlī, Sayyid, *Tafsīr Mawāhib al-Raḥmān*, 1: 48.
18Al-Baqara, 2:16.
19Amīr ʻAlī, Sayyid, *Tafsīr Mawāhib al-Raḥmān*, 1: 73.

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ خریداروں کو یہ خریداری مبارک ہو کہ ان کو دونوں عوض مل گئے یعنی جان ومال بھی اپنے پاس رہا اور رضائے الٰہی بھی حاصل کر لی۔[20]

یہاں پر جان ومال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا کہا گیا ہے کہ مال بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرے، نیک کام میں لگائے اور اپنی جان اور اپنے جسم کو بھی اللہ کے احکامات کے تابع کر دے۔ زبان سے کسی کو برا بھلا نہ کہے، ہاتھ سے کسی کو نقصان نہ پہنچائے، قدم غلط راہ کی طرف مت اٹھائے، حرام کاروبار سے بچے، حرام اور ممنوع چیزوں کو کھانے سے پرہیز کرے تو یہ ہی اللہ سے نفع والی تجارت ہے جس نے یہ کر لی وہ گھاٹے میں نہیں رہے گا۔ اُس کو نفع ہی نفع ہو گا اس طرح وہ دنیا میں بھی کامیاب ہو جائے گا اور آخرت میں بھی کامیاب وکامران ٹھہرے گا۔

غرض اشاری اور پوشیدہ معنی یہ ہے کہ انسان کے تمام معاملات جو اللہ اور اُس کے درمیان ہوتے ہیں اُن سب کو اللہ کے احکامات کے مطابق انجام دے اور اللہ سے نفع بخش تجارت کرے۔ جس میں وہ گمراہ ہونے کی بجائے ہدایت پائے گا اور دنیا اور آخرت میں کامیاب و کامران ٹھہرے گا۔

> "اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبَا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُـمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا ۗ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا"[21]
>
> "جو لوگ سود کھاتے ہیں قیامت کے دن وہ نہیں اٹھیں گے مگر جس طرح کہ وہ شخص اٹھتا ہے جس کے حواس جن نے لپٹ کر کھو دیے ہیں، یہ حالت ان کی اس لیے ہو گی کہ انہوں نے کہا تھا کہ تجارت بھی تو ایسی ہی ہے جیسے سود لینا، حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔"

اس آیت مقدسہ میں تجارت اور سود کو بیان کیا ہے۔ معاملات میں جو انسان تجارت کے ساتھ سود والی رقم ملاتا ہے اس کا بیان ہے اور وہ اشخاص جو تجارت اور بیاج، سود کو ایک ہی مفہوم دیتے ہیں ان کی نفی کی گئی ہے کیونکہ تجارت کا معنی و مفہوم اور ہے اور سود کا معنی و مفہوم اور ہے۔ تجارت دو فریقین کے مابین مال کا باہم رضامندی کے ساتھ تبادلے کو کہتے ہیں یعنی اس میں کمی نہیں ہوتی۔ ہو بھی تو ایک جنس کی چیزوں میں اس کی اجازت نہیں کیونکہ اجناس واحد مالی اشیاء میں ایک طرف کم اور دوسری طرف زیادہ ہو تو اس کو سود کہتے ہیں۔ لہٰذا ان کا مفہوم بالکل جداگانہ ہے۔

فریقین کے درمیان ایسا عقد کہ کسی ایک کی طرف سے بغیر کسی عوض کے زیادتی ہو اس آیت کی تفسیر میں علامہ سید امیر علی نے ان گنت نکات بیان کیے۔ آپ نے سود کی تعریف بیان کی اور سود کھانے کے بارے میں آپ کا خیال ہے کہ جو شخص سود کھاتا ہے اس کی روحانیت مجروح ہوتی ہے اور نفس شیطان کے قابو میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں انسان دل نہیں لگا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ سود خور اور جواری مسجدوں میں نظر نہیں آئیں گے۔ اگر آتے بھی ہیں تو صرف جمعہ اور عیدین میں۔ لہٰذا اس سے انسان نہ صرف ظاہر کا ناپاک کرتا ہے بلکہ اپنے نفس اور باطن کو بھی ناپاک کر لیتا ہے۔

سید امیر علی نے سود کو مثل بیع قرار دے گا وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے جو ایسا کرے گا وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ درست ہے اس واسطے جو شخص بیاج سود کو مثل بیع قرار دے وہ کافر ہے اور کافروں کی سزا یہی ہے۔[22]

---

20 Amīr ʻAlī, Sayyid, *Tafsīr Mawāhib al-Raḥmān*, 1: 73.
21 Al-Baqara, 2:275.
22 Amīr ʻAlī, Sayyid, *Tafsīr Mawāhib al-Raḥmān*, 1: 73.

اس آیت کی تفسیر ظاہری اور باطنی دونوں بیان کی گئی ہے کہ جس طرح انسان کا ظاہر بعض غلط اشیاء لگنے سے ناپاک ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی بعض حرام اور ممنوع اشیاء کھانے سے اس کا باطن بھی ناپاک ہوتا ہے اور جس کا باطن ناپاک ہو اُس کی عبادت بھی قبول نہیں ہوتی اور وہ اللہ کے محبوب بندوں میں بالکل شامل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اپنے ظاہر اور باطن کو پاک کرتے ہوئے اللہ کی حرام کردہ اشیا سے بچا جائے اور حلال چیزوں کا کسب کیا جائے۔ ہمیں عبادات کے ساتھ ساتھ اپنے معاملات میں بھی بہت احتیاط کرنی چاہیے جہاں عقائد و عبادات کا سوال ہو گا ویسے ہی روزِ محشر معاملات کے حوالہ سے بھی سوال کیا جائے گا۔

مواہب الرحمن میں عبادات کا اشاری پہلو

اسلام میں عبادت کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ عبادات کے بغیر دین کو صحیح صورت پر باقی رکھنا ممکن نہیں ہے۔ اگرچہ دین کے تمام احکام کی تعمیل عبادت ہے۔ مگر عام طور پر مشہور عبادتیں، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ اہم ہیں۔ ان کو عبادات میں وہی مقام حاصل ہے جو اعضاء جس میں قلب و دماغ کو ہے۔ اسی بنا پر ان کو اہمیت حاصل ہے اور ان پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ:شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ، وَ إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَ إِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ"[23]

"اسلام کے بنیادی ارکان پانچ ہیں اللہ کی عبادت کرنا اور ہر جھوٹے معبود کا انکار کرنا، نماز پڑھنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔"

اسلام میں سب سے پہلے کلمہ ضروری ہے یعنی توحید جس کا تعلق عقائد سے ہے۔ کلمہ کے بعد اسلام میں جس رکن کی سب سے زیادہ تلقین کی گئی ہے۔ وہ نماز ہے۔ عبادات تین طرح کی ہوتی ہیں۔ جس میں قولی، عملی اور قلبی عبادت شامل ہے۔ ان تمام اقسام کی عبادات سے متعلق سید امیر علی نے آیات کے اشاری نکات اجاگر کیے ہیں۔

اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

"وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ"[24]

"اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جھکو جھکنے والوں کے ساتھ۔"

عبادات میں اشاری بیان کرنے سے پہلے عبادات اور اہم بدنی عبادت نماز کے بارے میں جاننا ضروری ہے اور اس کی اہمیت سے آگاہی لازمی ہے۔ اس آیت مقدسہ کی تفسیر میں سید امیر علی نے مواہب الرحمٰن میں بے شمار نکات پیش کئے نیز اس کی ظاہری تفسیر کے ساتھ اشاری تفسیر بھی فرمائی ہے۔ بعد از ترجمہ آپ فرماتے ہیں کہ الراکعین میں الف لام سے معبود صاحب کرام ہیں اور حاصل یہ ہے کہ اہلِ کتاب کو حکم دیا کہ ہمیشہ اُمت محمد ﷺ میں شامل ہو کر ان کے ساتھ اعمال خیر بجالاویں۔ آپ نے اقامت نماز پر بحث فرماتے ہوئے فرمایا: اقامت نماز کے معنی یہ ہے کہ خالص اللہ کے واسطے نیت کر کے طہارت کی شرائط پوری کر کے پھر عاجزی اور خشوع کے ساتھ نماز میں داخل ہو کر طریقۂ سنت کے ساتھ مؤدب رہے۔[25]

23Muslim ibn Ḥajjāj, *Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ* (Riyadh: Maktaba Dār al-Salām, 1999), ḥadīth 112.
24Al-Baqara, 2:43.
25Amīr ʿAlī, Sayyid, *Tafsīr Mawāhib al-Raḥmān*, 1: 144.

یہاں نیت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے کہ خالص اللہ کی رضا کے لیے نیت کرے دکھاوے کے لیے نماز نہ پڑھے صرف اور صرف اللہ کے واسطے نیت کرے اور طہارت کی شرائط کو بھی پورا کرے۔ ظاہری طور پر بھی نماز کی شرائط کو پورا کرے اور نیت بھی خالص اللہ کے لیے رکھے۔

نماز کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے کا بھی حکم فرمایا گیا ہے۔ چونکہ عبادات دو طرح کی ہیں عبادات بدنی اور عبادت مالی عبادت بدنی میں نماز کو بیان کیا کہ اپنے بدن کی اصلاح اور قلب کی پاکیزگی کے لیے نماز ادا کرو عبادت مالی کے لیے زکوٰۃ کا تذکرہ فرمایا کہ اپنے اموال غریبوں اور مساکین کی مدد کرو تاکہ اصلاح بدن کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ بھی ہو۔ نماز کو دل کی محبت کے ساتھ ادا کرنا اور زکوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ فرد نہ صرف اپنی روحانیت کو بہتر بنائے بلکہ وہ معاشرتی انصاف کو برقرار رکھنے کے لیے اپنے مال میں سب کچھ حصہ دوسرے مستحق لوگوں کو دے تاکہ غریبوں کی ضروریات پوری ہو سکیں اور مع الراکعین سے مراد ہے کہ مسلمان اجتماعی عبادات میں شریک ہوں اور ایک دوسرے کے ساتھ روحانی تعلقات مضبوط کریں۔

نماز کو ارکان کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ امام بھی ایسا ہو جو نماز کے تمام ضروری ارکان سے واقف ہو اور دل کی پاکیزگی، طہارت، خصوع و خشوع کے ساتھ ساتھ ظاہری طور پر بھی نماز کی ادائیگی اور اُس کے ارکان ہر لحاظ سے مکمل ہوں اور اُن میں کوئی کمی نہ ہو اور اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ امام درست نماز پڑھائے۔ امامت ٹھیک کرتا ہو اور اگر نہ کرے تو اُس کو بھی بدل دیں۔ مطلب ہر لحاظ سے نماز مکمل ہو ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی۔

"يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ"[26]

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔"

اس آیت کی تفسیر میں سید امیر علی یہ نقطہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ روزہ رکھیں اور روزے کا معنی ہے روکے رکھنا۔ اپنے آپ کو کھانے پینے اور جماع سے روکے اور تقویٰ پر بحث کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ تقویٰ اختیار کرنے سے عزت نفس برقرار رہتی ہے اور نفسانی خواہشات کو روکے رکھنے سے شیطان کے راستے مسدود ہوتے ہیں۔ یہودی و نصاریٰ نے چونکہ تقویٰ کو ترک کیا اور روزے کو چھوڑ دیا اور دنیا کی حرص میں مبتلا ہوئے جس کی وجہ سے وہ برباد ہو گئے اور صاحبِ ایمان کو روزے کے ساتھ ساتھ تقویٰ اختیار کرنا بھی سکھایا گیا کہ اگر کوئی شخص تقویٰ اختیار کرتا اور پرہیز گار بن جاتا ہے تو صاحبِ دنیا سے اس کا مقام بارگاہِ خداوندی میں بہت بلند ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے لیے اپنے نفس کو قابو کر کے نفسانی خواہشات کو ترک کر کے فقط رضائے عربی اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کی بارگاہ میں جھکنا پڑتا ہے اور اس تقویٰ و پرہیز گاری خشوع و خضوع کو ملحوظِ خاطر رکھنا پڑتا ہے۔[27]

تفسیر میں اس مقام پر روزوں کی روحانیت پر زور دیا گیا ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ روزے کا مقصد صرف بھوک، پیاس برداشت کرنا نہیں ہے بلکہ روحانی صفات اور خود پر قابو پانا بھی ضروری ہے۔ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو انسان کو اپنے اندر جذبات اور خواہشات کو قابو رکھنے میں مدد دیتی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکے۔ اس کا قرب حاصل کر سکے۔ تقویٰ اور پرہیز گاری پر بھی زور دیا گیا ہے اور روزے کا مقصد انسان کی روحانیت اور اخلاقی صفات میں اضافہ بتایا ہے۔ روزے کا مقصد صرف بھوکے پیاسے رہنا نہیں یا یہ کہ بس فرض عبادت ادا کر دی بلکہ اس کے ذریعے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔

26Amīr ʻAlī, Sayyid, *Tafsīr Mawāhib al-Raḥmān*, 1: 49.
27Amīr ʻAlī, Sayyid, *Tafsīr Mawāhib al-Raḥmān*, 1: 100.

"وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ"[28]

"اور اللہ کے لیے حج اور عمرہ پورا کرو۔"

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے سید امیر علی بے شمار معنی اخذ کرتے ہیں نیز ظاہری و باطنی تفسیر کرتے ہیں۔ حج و عمرہ محض جسمانی عبادت نہیں بلکہ یہ ایک انسان کی روحانی زندگی کے مراحل کی عکاسی کرتی ہے۔ حج اللہ تعالیٰ کی طرف کامل رجوع اور تسلیم و رضا کی انتہا ہے۔ اس لیے اس آیت میں آپ نے انسان کی روحانی ترقی، تزکیہ نفس، رجوع الٰہی اور اللہ سے تعلق مضبوط کرنے کو بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حج و عمرہ بمعنی قصد و زیارت ہے اور اشارہ ہے کہ قصد بارگاہِ حق و زیادت، ملک، قوم اور تمام یہ ہے کہ دل سے تمام ماسوائے حق کے ترک کرو اور اس کی عبادت ظاہری اور باطنی میں تن و جان خرچ کرو تو مراد کو پہنچو۔ مزید فرمایا کہ نفس کو اللہ کے واسطے قربان کر دو یعنی روح کو مقامِ عزت تک پہنچاؤ۔[29]

اس آیت کی تفسیر سے اشاری پہلو یہ نکلتا ہے کہ جب تک نیت خالص نہیں ہو گی ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کو بھی اور تن اور من دونوں کو اللہ کے لیے خالص نہیں کرو گے اور دل سے تمام برائیاں، کدورتیں، عداوتیں، نکال کر سوائے حق یعنی اللہ تعالیٰ کو داخل نہیں کرو گے۔ اس وقت تک مراد نہیں پاؤ گے اور اپنے نفس کو اپنے رب کی رضا پر قربان کر دو۔

خلاصہ بحث

زیر نظر مقالہ برصغیر میں تفسیرِ اشاری کی روایت کا تفصیلی جائزہ پیش کرتا ہے، جس میں تفسیرِ مواہب الرحمن کو بطور نمونہ منتخب کیا گیا ہے۔ تفسیرِ اشاری قرآن مجید کی ایک مخصوص صوفیانہ تعبیر ہے جو آیاتِ قرآنی سے روحانی و باطنی معانی اخذ کرتی ہے، بشرطیکہ وہ اصولِ تفسیر، لغت اور قرآنی پیغام سے متصادم نہ ہوں۔ اس طرزِ تفسیر کا امتیاز یہ ہے کہ یہ محض فکری تجزیے تک محدود نہیں رہتی بلکہ قلب و باطن کی اصلاح، روحانی ترقی، اور سلوکی سفر میں راہنمائی فراہم کرتی ہے۔ اس کے ذریعے قرآن کے عقائد، عبادات اور اخلاقی تعلیمات کو محض نظری و ظاہری نہج پر نہیں، بلکہ قلبی وابستگی، روحانی شعور، اور سلوکی تزکیہ کے تناظر میں بیان کیا جاتا ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسے اعمال کو معرفت و قربِ الٰہی کے مراحل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ مواہب الرحمن کی تفسیر میں سید امیر علی کا صوفیانہ اسلوب، وجدانی ذوق اور روحانی اشارات نمایاں ہیں، جو قاری کو ایک فکری مفسر سے بڑھا کر سالکِ راہِ عشق بنا دیتے ہیں۔ مقالہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ تفسیرِ اشاری نہ صرف قرآنی معانی کے نئے جہات وا کرتی ہے بلکہ اسلامی روحانیت، اخلاقی تربیت، اور باطنی تزکیہ کا مکمل نظام فراہم کرتی ہے جو عصرِ حاضر میں نہایت مؤثر اور قابلِ توجہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* Al-Ālūsī, Muḥammad ibn ʻAbd Allāh al-Ḥusaynī. *Rūḥ al-Maʻānī fī Tafsīr al-Qur'ān*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyya, 1415 AH/1994.
* Al-Burhāri, Muḥammad Ḥasan ibn ʻAlī ibn Khalaf. *Sharḥ al-Sunna*. Beirut: Jāmiʻ al-Kutub al-Islāmiyya, 2000.
* ʻAlavī, Ghulām Murtaḍā. *Islām kay Bunyādī ʻAqā'id*. Lahore: Taḥrīk Minhāj al-Qur'ān, 2017.
* Amīr ʻAlī, Sayyid. *Tafsīr Mawāhib al-Raḥmān*. Lucknow: Maṭbaʻ Munshī Nawal Kishore, 1946.
* Anīs, Ibrāhīm. *Al-Muʻjam al-Wasīṭ*. Cairo: Majmaʻ al-Lugha al-ʻArabiyya, 2003.
* Fīrūzābādī, Majd al-Dīn Muḥammad ibn Yaʻqūb. *Al-Qāmūs al-Muḥīṭ*. Beirut: Mu'assasat al-Risāla li al-Ṭibāʻa wa al-Nashr wa al-Tawzīʻ, 1428 AH/2007.

28Al-Baqara, 2:196.
29Amīr ʻAlī, Sayyid, *Tafsīr Mawāhib al-Raḥmān*, 1: 141.

- Muslim ibn Ḥajjāj, Abū al-Ḥusayn al-Qushayrī an-Naysābūrī. *Al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ*. Riyadh: Maktaba Dār al-Salām, 1999.
- Al-Zarkashī, Abū ‘Abd Allāh Badr al-Dīn. *Al-Burhān fī ‘Ulūm al-Qur’ān*. Cairo: Iḥyā’ al-Kutub al-‘Arabiyya, 1376 AH/1957.
- Al-Zarqānī, Imām ‘Abd al-‘Aẓīm. *Manāhil al-‘Irfān*. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyya, 2000 CE.